کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میری ایک لونڈی ہے جو بکریاں چراتی ہے۔ میں اس کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ ایک بکری نہیں ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ بکری کیا ہوئی تو اس نے جواب دیا: اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ (ایسے موقع پر) انسان غم و غصہ کا شکار ہو جاتا ہے' مجھے بھی لونڈی پر غصہ آگیا' میں نے اس کے چہرے پر ایک طمانچہ مار دیا (بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا' اس لیے جناب کی خدمت میں حاضر ہوں)۔ آپؐ نے اسے بڑی زیادتی قرار دیا۔ اس پر میں نے (زیادتی کے ازالے کے لیے) عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے ذمے کفارے میں ایک مومن غلام / مومنہ لونڈی آزاد کرنا ہے' کیا میں اسی لونڈی کو اس کفارے میں آزاد نہ کر دوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی سے مومن ہونے کا اقرار لینے کے لیے سوال کیا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: آسمان میں' دوسرا سوال کیا: میں کون ہوں' اس نے جواب دیا: آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ نے اس کے جواب کو سن کر فرمایا: اسے آزاد کر دو' یہ مومنہ ہے (ابوداود' مسلم)۔

بکری کو بھیڑیا کھا گیا' اس میں لونڈی کا کیا قصور ہے۔ کیا وہ بھیڑیے کا مقابلہ کر سکتی تھی؟ معاشرے میں ماتحتوں اور زیردستوں سے کوشش اور احتیاط کے باوجود نقصان ہو جاتا ہے' ایسی صورت میں وہ اکثر گالی گلوچ' طعن و تشنیع' مار دھاڑ اور توہین و تذلیل کا نشانہ بنتے ہیں۔ بیویاں شوہروں کا' گھریلو ملازم اور ملازمائیں مالکوں کا' ملازم افسروں کا' اور مزارع زمینداروں کا نشانہ بنتے ہیں۔ ظالم ظلم کرنے کے اور مظلوم ظلم برداشت کرنے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ نہ ضمیر کی خلش ہوتی ہے' نہ احتجاج ہوتا ہے۔ اگر کبھی کبھار کا معاملہ ہو' احساس بیدار ہو تو تلافی کی فکر ہوتی ہے' ورنہ اس میں بھی جھوٹی عزت نفس آڑے آجاتی ہے۔

کتنے ہیں جو معاویہ بن حکم سلمیؓ کی طرح اپنی غلطی اور زیادتی کا احساس کریں' اس کے ازالے کی کوشش کریں اور اپنا حساب و کتاب اس دنیا میں ہی بے باق کر لیں۔ ایک تھپڑ' ایک گالی کو معمولی نہ سمجھیں۔ کسی انسان کے

ساتھ ظلم وزیادتی کو معمولی سمجھ کر انسان مظلوم کا نہیں' اپنا نقصان کرتا ہے۔ معاشرے میں یہ احساس بیدار ہو جائے تو پھر مار دھاڑ کے بجائے شفقت و محبت کا دور دورہ ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے (مشکوٰۃ شریف)۔

○

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اپنے عاملوں کے بارے میں خطبہ میں ارشاد فرمایا: لوگو! میں نے اس مقصد کے لیے عامل نہیں بھیجے کہ تمھارے جسموں پر کوڑے ماریں اور تمھارے مال چھین لیں۔ جس کسی کے ساتھ اس طرح کا سلوک ہو تو وہ اپنا معاملہ مجھ تک پہنچائے' میں اسے قصاص دلواؤں گا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ (مصر کے گورنر) نے کہا کہ اگر کوئی شخص رعیت کے کسی آدمی کو تادیبی طور پر مارتا ہے تو آپ اس سے بھی قصاص دلوائیں گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا: ہاں! اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' میں اسے قصاص دلواؤں گا۔ میں نے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپؐ نے اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کیا (ابوداود)۔

ہمارے معاشرے میں ظلم اتنا بڑھ چکا ہے' اتنا معمول بن گیا ہے کہ انصاف کی بات کو ذہن قبول نہیں کرتے' عجیب لگتی ہے۔ پولیس کے عام سپاہی سے لے کر اعلیٰ افسر تک "کار سرکار" قرار دے کر ہر ناروا کارروائی کرتے ہیں' تعذیب دے کر جان تک لینا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ عزت و آبرو کی کوئی حیثیت نہیں' دوسرے کو انسان نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن ہمارا نظام ان ظالموں کی گرفت نہیں کرتا' کوئی سزا نہیں دیتا۔ ہم نے ابھی ربیع الاول میں سیرت رسولؐ کا بہت پرچار کیا' اگر حضرت عمرؓ کی طرح ہم آپؐ کے صرف قصاص کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کریں' صرف ذاتی اور نجی زندگی میں نہیں بلکہ سرکاری پالیسی بنائیں' ہر زیادتی کرنے والے کو معلوم ہو کہ اس سے قصاص لیا جائے گا تو "تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے" کی تعبیر نظر آجائے۔ مظلوم کو بھی معلوم ہو کہ پوری سرکاری مشینری قصاص دلوانے میں اس کی ساتھی ہو گی۔ اللہ کا نبیؐ اپنے کو قصاص کے لیے پیش کر سکتا ہے تو کسی ڈی سی یا آئی جی کو اس میں کیا عار ہے؟ ہماری عدالتیں کچھ افسروں سے قصاص دلوا دیں تو گڈ گورننس کا آغاز ہو جائے۔ معاشرہ امن و سکون سے اس لیے محروم ہے کہ اجتماعی نظام ظالموں کی گرفت کرنے کے بجائے ان کا تحفظ کرتا ہے۔ ہمارے عمال کو اپنے نبی کی اس دعا کو اپنا رہنما بنانا چاہیے: "اے اللہ' جسے میری امت کا کوئی کام سپرد ہو اور وہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آئے تو تُو اس پر سختی فرما اور جسے میری امت کا کوئی کام سپرد ہو اور وہ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے تو تُو اس کے ساتھ نرمی فرما"۔

○

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مہاجرین کی ایک ایسی جماعت کے حلقے

میں بیٹھا تھا جن کی مالی حالت کمزور تھی اور ان میں سے بعض کے پاس اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ ستر عورت کر سکتے۔ وہ ایک دوسرے کے جسم کو اپنے لیے ساتر بناتے تھے۔ ایک شخص قرآن پاک پڑھ رہا تھا اور سب سن رہے تھے۔ اس دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو قاری خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد آپؐ نے حلقے پر سلام کیا اور پوچھا: آپ لوگ کیا کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارے قاری قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم کتاب اللہ کو سن رہے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں ان کی معیت اختیار کروں۔ یہ فرما کر آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما ہو گئے تاکہ آپؐ اپنی ذات اقدس کو ہماری مجلس میں برابر کا شریک کر دیں۔ پھر آپؐ نے ہاتھ مبارک کے اشارے سے حلقے کو درست کرنے کی طرف اشارہ فرمایا، جس کے نتیجے میں تمام لوگوں کے چہرے دکھائی دینے لگے۔ میں وہ واحد خوش قسمت تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے ہجرت کرنے والے فقیرو! خوش خبری قبول کرو کہ قیامت کے روز تمھیں "نور تام" نصیب ہو گا۔ تم مال داروں سے آدھا دن قبل جنت میں داخل ہو گے۔ آدھا دن پانچ سو سال کا ہو گا (ترمذی، ابوداود)۔

اسلامی روایت میں فقر کی بڑی اہمیت ہے۔ جدید دور میں معاشی خوش حالی قبلہ و کعبہ بن گئی ہے۔ اسلامی فکر میں معاشی خوش حالی ممنوع نہیں لیکن اسے نصب العین، اور زندگی کا مطلوب و مقصود بنا لینا بھی روا نہیں۔ قناعت اور شکر ہمارے دو ایسے تصورات ہیں جن سے مغربی دنیا واقف نہیں۔ اجتماعی زندگی میں ان کی عملی اہمیت پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔

ایسے لوگ جو علم دین کے حصول میں، قرآن کے ذکر میں اس طرح مشغول ہوں کہ عرف عام میں انھیں اپنی دنیا کی بالکل فکر نہ ہو، اس حد تک کہ لباس تک مناسب نہ ہو، ہم لوگ معلوم نہیں ایسے لوگوں کو کیا سمجھیں اور مشورہ دیں، اللہ کے رسولؐ نے تو انھیں مال داروں سے پانچ سو سال قبل جنت میں جانے کی خوش خبری دی اور خود ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

○

حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی حالت بدلی ہوئی ہے۔ عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ کی حالت بدلی ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تین دن ہو گئے ہیں، پیٹ میں کوئی ایسی چیز نہیں گئی جو کسی ذی روح کے پیٹ میں جاتی ہے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں،

یہ سن کر میں واپس آگیا۔ ایک یہودی کے باغ میں گیا۔ دیکھا کہ وہ اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے کنویں سے پانی نکال رہا ہے۔ میں نے اس سے ایک ڈول کے عوض ایک کھجور کی اجرت طے کر کے ڈول نکالنے کا سودا طے کیا۔ اس کی ضرورت کے مطابق ڈول نکالے اور اس کے عوض جتنی کھجوریں بنیں وہ حاصل کیں۔ لے کر حضورؐ کے پاس پہنچا اور کھجوریں پیش کیں۔ آپؐ نے پوچھا: کعب کہاں سے لائے ہو؟ میں نے قصہ بیان کیا۔ اس پر آپؐ نے پوچھا: کعب! مجھ سے محبت کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسولؐ اللہ، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! آپؐ نے فرمایا: جو آدمی مجھ سے محبت کرتا ہے فقر و فاقہ اس کی طرف اس سیلاب سے بھی زیادہ تیزی سے پہنچتا ہے جو طوفانی رفتار سے اپنی منزل کی طرف بڑھتا ہے۔ تم پر بھی آزمایش آئے گی، اس کے لیے ڈھال تیار رکھو۔

اس کے بعد ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کعب نظر نہیں آرہے۔ پوچھا: کعب کہاں ہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا: بیمار ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر پیدل چل کر پہنچے، گھر میں داخل ہوئے، فرمایا: کعب خوش خبری قبول کرو۔ کعب کی ماں نے کہا: کعب تجھے جنت مبارک ہو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کے بارے میں قسم اٹھانے والی کون ہے؟ (یعنی جنت کی مبارک باد دینے کے معنی تو یہ ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سنا رہی ہیں کہ اللہ نے اس کے جنتی ہونے کا فیصلہ فرما دیا ہے اور اس بات کو اس قدر یقین سے بیان کر رہی ہیں جس طرح وہ بات یقینی ہوتی ہے جس کی آدمی قسم اٹھاتا ہے)۔ میں نے عرض کیا کہ یہ میری ماں ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: کعب کی ماں! تمھیں کیا معلوم! ہو سکتا ہے کہ کعب نے ایسی بات زبان سے نکالی ہو جو اس کے لیے نافع نہ ہو اور ایسی چیز دینے سے انکار کیا ہو جس کی اس کو ضرورت نہ تھی (الترغیب والترہیب ۵/۱۵۳، مجمع الزوائد ۱۰/۳۱۴)۔

فقر و فاقہ کی تلقین کرنا آسان لیکن نمونہ پیش کرنا، عمل کرنا اور اس سے گزرنا اصل کام ہے۔ اللہ کے رسولؐ کی جو تصویر اس حدیث میں سامنے آتی ہے، سیرت رسولؐ بیان کرنے والوں اور عام کھاتے پیتے مسلمانوں سب کو اس سے بڑا سبق ملتا ہے۔ آپؐ چاہتے تو کیا دنیاوی آسایشیں فراہم نہ ہو سکتی تھیں؟ لیکن آپؐ نے آخرت کو پسند کیا۔

ہماری نظروں میں قرآن و سنت کی رو سے تو سب صحابہ کرامؓ جنتی ہیں۔ ان کے پاس ایمان و عمل اور محبت و خدمت رسولؐ کا ایسا عظیم سرمایہ ہے، لیکن حساب کتاب اور جنت میں داخلہ اتنا سخت معاملہ ہے کہ اپنے طور پر اس دنیا میں پہلے سے فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعب کی والدہ کو جن دو امور کی وجہ سے بیٹے کو جنت کی بشارت دینے پر ٹوک رہے ہیں، وہ دو باتیں کیا ہیں؟ لایعنی بات اور زائد از ضرورت چیز حاجت مند کو نہ دینا ----- ان دو معیارات پر ہم اپنا جائزہ تو لیں۔